اُسلوب، اُسلوبیات، اُسلوبیاتی تنقید

ڈاکٹر سمیرا گل☆

Dr. Sumaira Gull

Abstract:

Urdu criticism has been greatly influenced by different knowledge and Arts in the twentieth century. Among all these Linguistics has gained the most prominent position. New Criticism in Urdu is paying more attention to Linguistics in aspects of analyzing; investigating and studying Urdu literature. As a result Stylistics and stylistic Criticism have been successful in setting a distinctive position in all the other fields. As Stylistics functions as a bridge between language and literature and addresses directly literary criticism, Urdu literature has started to represent an objective and fact based descriptive approach rather than subjective approach therefore the whole credit of this change in understanding Urdu literature is achieved by Stylistics Criticism.

تخلیق اور تنقید کا باہمی رشتہ انتہائی واضح اور گہرا ہے۔ یہ گہرائی اس بات کی متقاضی ہے کہ تخلیق اور تنقید کی نہ صرف باہمی مماثلتیں دریافت کی جائیں بلکہ انھیں دو الگ الگ خانوں میں رکھ کر دیکھنے کے بجائے ایک کُل میں پرو کر دیکھا جائے کیوں کہ تنقید تخلیق سے کسی بھی طرح کم تر نہیں ہے۔ تنقید ذہنِ انسانی کے اُن تمام گوشوں کی تسکین اور آب یاری کرتی ہے جن سے تخلیق کے سَوتے پھوٹتے ہیں۔ زندگی تغیّر اور تبدّل سے عبارت ہے۔ زندگی میں تغیرات کا سلسلہ جوں جوں دراز ہوتا ہے ادب پر بھی اس کے اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں۔ اسی سے تنقید کا دامن وسیع ہوتا ہے۔

اردو تنقید نے صحیح معنوں میں اپنا سفر "مقدمہ شعر و شاعری" ہی سے شروع کیا ہے لیکن مختلف ادوار میں تنقید نے دوسرے علوم سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ "مقدمہ شعر و شاعری" سے لے کر تا حال تنقید مغربی رجحانات اور روایات کی اسیر رہی ہے۔ انھی رجحانات کے زیرِ اثر تنقید نے فلسفہ، نفسیات، عمرانیات اور جمالیات کے واضح اثرات قبول کیے۔ سگمنڈ فرائیڈ اور کارل مارکس

کے نظریات کی روشنی میں تنقید کے دو اہم دبستانوں (نفسیاتی / مارکسی) کو جنم دیا۔ سائنٹفک اپروچ اور رویوں نے تجزیاتی، توضیحی اور نئی تنقید کے لیے راہیں ہموار کیں۔

> ''گزشتہ پچاس سال کے دوران ہماری تنقید نے بھی سماجی علوم کی مدد سے ادب کے مطالعے کی طرح ڈالی ہے۔ نفسیات کی اصطلاحات ہمارے ہاں بھی ادبی اصطلاحات بن کر عام و مروج ہو گئی ہیں۔ فلسفہ و جمالیات نے بھی ہماری تنقید کو متاثر کیا ہے۔ طبیعات، معاشیات و حیاتیات وغیرہ کے علاوہ آثار لوک روایت، لفظیات، اُسلوبیات و ساختیات نے بھی ہماری تنقید پر اثر ڈالا، روایت کی بازیافت کا مسئلہ بھی ہماری تنقید کے سامنے آیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سارے اثرات خواہ وہ روایت کی بازیافت کا مسئلہ ہو یا نفسیات و عمرانیات اور دوسرے سائنسی علوم سے تنقید کے دائرہ کار کو وسعت دینے کا مسئلہ ہو، ان سب کا مخرج و منبع مغرب ہے۔''(۱)

ادبی تخلیقات اپنے اظہار کے لیے جس میڈیم پر انحصار کرتی ہیں اُسے سیدھے سادھے لفظوں میں زبان کہا جاتا ہے۔ بے شک زبان سماجی ضرورتوں کے تحت وجود میں آتی ہے۔ تخلیق کے اظہار کے مؤثر ثابت ہونے تک اسے وقت کی چھلنی میں سے گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر زبان اس لائق ہو جاتی ہے کہ تحریری سطح پر انسانی احساسات و جذبات کی ترجمانی کا حق ادا کر سکے۔

انسانی احساسات و جذبات کی ترجمانی کے لیے جس طرزِ تحریر کو اپنایا جاتا ہے اُسے اصطلاح میں اُسلوب کہا جاتا ہے۔ مشرقی تنقید میں اُسلوب کو تخلیق کار کی شخصیت کا جزو لاینفک تسلیم کیا گیا ہے اسی لئے مشرقی تنقید میں اُسلوب اور تخلیق کار کا تصور الگ الگ نہیں ہے۔ تخلیق کار ہی وہ ہستی ہے جو اُسلوب کو جنم دیتا ہے گویا اُسلوب فن کار کی شخصیت کا آئینہ ہے جس میں تخلیق کار کی شخصیت کے ایسے مخفی گوشے بھی دریافت ہو جاتے ہیں جنھیں بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

معروضی حوالے سے اُسلوب کی تعریف یوں ممکن ہے۔ لفظ '' اُسلوب'' انگریزی کے لفظ ''Style'' کا مترادف ہے۔ یونانی میں اسٹلائیلاز (Stylus) اور لاطینی کا اسٹائیلس (Stylus) کے ہم معنی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا کا لفظ style اسلوب کا رشتہ لاطینی سے جوڑتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس امر کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ لفظ Style کا وہی مطلب اخذ نہیں کیا جاتا جس کی روح Style میں پوشیدہ ہے۔ اس سے جو مطالب لیے جاتے رہے ہیں اُن میں لکھنے کا طریقِ کار، لکھنے کا قلم، تیز چلنے والا قلم یا لکھنے کا کوئی نوکیلا آلہ شامل ہیں۔

اُسلوب کی اصطلاح اردو شعر و ادب کے لیے زیادہ پرانی نہیں ہے۔اس سے قبل اردو اُسلوب کے لیے زبان وبیان، انداز،اندازِبیاں،طرزِبیاں،طرزِ تحریر ،لہجہ ،رنگِ سخن جیسے الفاظ استعمال ہوتے رہے ہیں۔

اسلوب کی حیثیت اضافی نہیں بلکہ لازمی ہے۔اسلوب کسی بھی فن کار کے تخلیقی عمل میں حصہ لے کر فن کار کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ادبی سطح پر خیالات کا مکمل اظہار کر سکے۔اُسلوب کا مطالَعہ صاحبِ اسلوب کے بطون تک رسائی میں معاون ثابت ہوتا ہے گویا اُسلوب کے آئینے میں فن کار کی شخصیت کی نشاندہی ممکن ہوتی ہے۔

شخصیت کا تصور اکہرا نہیں ہوتا۔اس کی تعمیر میں جہاں جبلی اور حیاتیاتی عناصر کارفرما ہوتے ہیں وہاں وہ عناصر بھی حصہ لیتے ہیں جو تہذیب وتمدن کی پیداوار ہوتے ہیں۔فن پارے میں زندگی کو برتنے کا جو گہرا شعور اجاگر ہوتا ہے اس سے رویوں کی تہذیب ممکن ہوتی ہے۔تخلیق کار کے تخلیقی عمل کے پس پردہ نہ صرف لسانی حوالے ہوتے ہیں بلکہ تاریخی شعور بھی تخلیق کار کے اُسلوب کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ڈاکٹر نصیر احمد خان اسلوب کے حوالے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ”ایک ایسی طرزِ تحریر جو ہر اعتبار سے منفرد ہو،ادیب کی شخصیت کی مظہر ہو،خارجی لسانی پہلوؤں کے علاوہ اندازِ بیاں،اندازِفکر اور اندازِ تخلیق کی نمائندگی کرے۔“(۲)

بہ نظرِ غائر مذکورہ بالا رائے کو مدِّ نظر رکھا جائے تو اُسلوب شخصیت کی ایسی جہتیں سامنے لے کر آتا ہے جس کی آئینہ داری اُسلوب ہی سے ممکن ہے۔زبان وبیان تو اسلوب کا آئینہ ہے لیکن اس آئینے کو صیقل کرنے والی شے ”زبان“ ہے جس کا سائنٹیفک استعمال ”زبان“ کو اسلوبیات کی ذیل میں لے آتا ہے۔

اُسلوب کا سائنٹیفک مطالَعہ حقیقی معنوں میں اُسلوبیات کہلاتا ہے۔اُسلوبیات فن کار کے طرزِ بیان کے انتخاب میں آواز،جملہ،معنی اور لفظ کو مدِّ نظر زبان کے ایسے سانچوں کو پیشِ نظر رکھتی ہے جس میں صوتیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے لیکن اسلوبیات کی بنیاد ”لفظ“ پر رکھی جاتی ہے۔گویا اُسلوبیات ایک ایسی اصطلاح کے طور پر سامنے آئی ہے جس کے تحت زبان کے استعمال کو مدِّ نظر رکھا جاتا ہے اور تخلیق میں استعمال کی گئی زبان میں صوتی آہنگ کو پیشِ نظر رکھا گیا

ہے۔زبان میں استعمال ہونے لفظ کہیں تو استعاروں کی،تشبیہات کی اور کہیں لفظی پیکروں کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ان کا مطالعہ ''اُسلوبیات'' کے دائرہ کار کی وضاحت کرتا ہے۔ اُسلوبیات ادیب کی تخلیق کے مطالعے میں تاریخی،نفسیاتی اور عمرانی پہلوؤں کو نظر انداز کر کے لسانیات کے صوتیاتی پہلوؤں کے تحت تخلیق کا مطالعہ کرتی ہے۔

اسلوبیات کے دائرہ کار میں لسانیاتی سانچے تو شامل ہیں لیکن تخلیق کو محض لسانی سانچوں میں نہیں ڈھالا جاتا۔ تخلیق صحیح معنوں لسانی سانچوں کے ساتھ ساتھ ''جمالیات'' کے ایسے پہلوؤں کی بھی حامل ہوتی ہے جو لسانیات کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر تخلیق کی تکمیل کرتے ہیں۔ تخلیقی محاسن کا اندازہ موضوعی سطح پر اُسلوبیات کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔اُسلوبیات اپنی عمارت ''لفظ'' پر تو بہ خوشی کھڑی کرتی ہے لیکن تخلیق کے تاریخی اور نفسیاتی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہے۔حال آں کہ تنقید ایسے ذہنی روّیے کا نام ہے جس کے تحت ادب کے موضوعی روّیوں کی جانچ پرکھ کے لیے جو انداز اپنایا جاتا ہے وہ سراسر معروضی ہوتا ہے مگر تنقید میں جمالیاتی و تاثراتی طرزِ اظہار کو اہمیت دی گئی ہے لیکن مغربی رجحانات کو تنقید میں جس طرح خوش آمدید کہا گیا ہے اس کی بنا پر اُسلوب کے حوالے سے تخلیق کار کی حیثیت ثانوی ہو گئی ہے۔اُسلوب کے مشرقی تصور کو نظر انداز کر دینے کا مذکورہ رویہ بھی تنقید کے لیے کچھ زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔

> کوئی بھی متن اپنے وجود کے لیے مصنف کا مرہونِ منت ہے۔مصنف کے لکھنے پر ہی اس کی تجسیم مکمل ہوتی ہے۔شعریات مصنف کے اعماق میں کار فرما ہوتی ہیں اِس لیے مصنف کی ذات کو مسترد کرنا سراسر غلط ہے کیوں کہ متن ادبِ عالیہ کا درجہ پا کر آفاقی حیثیت اسی وقت حاصل کرے گا جب اس میں شعریات کے ساتھ ساتھ مصنف کی ذات واحساسات وجذبات ومتخیلہ شامل ہو۔''(۳)

تخیل آمیزی،ادبی مواد اور زبان کے تخلیقی استعمال کی جمالیاتی جہتوں کے دائرے میں اسیر ادبی تنقید نے ایک طویل عرصے تک ذوق اور وجدان کی رہنمائی میں اپنا سفر طے کیا مگر بیسویں صدی نے جہاں دیگر علوم و فنون کو نئی کروٹوں سے آشنا کیا وہیں ''نئی تنقید'' نے دیگر علوم کے مقابلے میں علمِ لسانیات کو اپنا منبع تسلیم کیا۔

بیسویں صدی کی چھٹی دہائی نے بِالخصوص مغربی لکھاریوں کے طرزِ فکر کو ایسی تبدیلیوں سے آشنا کیا جس کے تحت علمِ لسانیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہوئی۔انڈیانا یونیورسٹی امریکا اور

سمپوزیم راک فلر فاؤنڈیشن اٹلی کے زیرِ اہتمام ہونے والی کانفرنسوں کے انعقاد نے ادبی فن پاروں کے تجزیاتی مطالعے کے حوالے سے علمِ لسانیات کو فروغ دیا۔لسانیات کے فروغ نے نہ صرف''اُسلوب'' کے تصور کو لسانی ساخت کے حوالے سے پیش کیا۔لسانیاتی اصولوں کی پیروی اسلوب کے جس معروضی تجزیے کو سامنے لاتی ہے،وہی اسلوبیات ہے۔

اسلوبیات اسلوب کی تشکیل کے حوالے سے یقیناً زبان پر انحصار کرتی ہے۔اسلوبیات کے نزدیک لکھاری کی وہ تخلیقی قوت جو فن پارے میں اظہار کے نت نئے طریقے وضع کرتی ہے جنھیں لسانیات کے ڈھانچے سے تخلیق کرتے ہیں۔اس عمل کو''Deviation from a norm'' سے تعبیر کیا گیا ہے جو انحراف ہی کی ایک صورت ہے۔تاہم اس سے زبان کا غیر معیاری پن مراد نہیں ہے۔''Deviation from a norm'' انحراف کی ایک صورت تو ہو سکتی ہے مگر اس کا مقصد زبان کے معیاری اصول و قواعد سے انحراف نہیں۔اس کے پیچھے زبان کی ایسی جِدتیں سامنے لانا ہوتا ہے جو لسانی تجربات میں نیا پن پیدا کر دیتی ہیں گویا انحراف طرزِ اظہار کے ایسے پیرائے کا نام ہے جس سے نہ صرف مصنفین کی پہچان قائم ہوتی ہے بلکہ مختلف ادوار میں جنم لینے والی ادب کی پہچان لسانی تناظر میں ممکن ہو جاتی ہے۔

علمِ لسانیات کے اصولوں کو تنقید کی دنیا میں رائج کرنے والوں میں بیشتر نام مغربی نقادوں ہی کے ہیں جن میں فرڈی نینڈ،ڈی سیسور،بلوم فیلڈ،ٹام اے سیبوک،جان ہولینڈر اور رولاں ویلز اہم ہیں۔

مذکورہ مغربی لکھاریوں کی لائقِ صد ستائش خدمات سے لسانیات نے ایک شعبۂ علم کی حیثیت اختیار کر لی اور لسانیات کے زیرِ اثر اسلوبیات کو خوش آمدید کہا گیا۔اسلوبیات اپنے دائرہ کار میں لسانیاتی مطالعے اور تجزیے کو بہر حال شامل رکھتی ہے گویا ہر اسلوبیاتی مطالعہ لسانیاتی مطالعہ ہوتا ہے لیکن ہر لسانیاتی مطالَعہ اسلوبیاتی مطالعہ نہیں ہوتا کیوں کہ ضروری نہیں کہ لسانیاتی مطالعہ اسلوب ہی کے حوالے سے ہو بلکہ اسلوبیاتی مطالعہ میں اسلوب کے ادبی خصائص لازماً پیشِ نظر ہوتے ہیں جن کی پرکھ کے لیے تاثراتی نقطہ نظر سے ہٹ کر قطعیت اور سائنٹیفک اپروچ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

> ''اُسلوبیات وضاحتی لسانیات کی وہ شاخ ہے جو ادبی اظہار کی ماہیت،عوامل اور خصائص سے بحث کرتی ہے اور لسانیات چوں کہ سماجی سائنس ہے اس لیے

اسلوبیات اسلوب کے مسئلے سے تاثراتی طور پر نہیں بلکہ معروضی طور پر بحث کرتی ہے۔ نسبتاً قطعیت کے ساتھ اس کا تجزیہ کرتی ہے اور مدلّل صحت کے ساتھ نتائج پیش کرتی ہے۔"(۴)

اُسلوبیات کا معروضی پہلو اسلوبیاتی تنقید کی جس جہت کو متعارف کرواتا ہے اس کے مطابق فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اسلوبیاتی تنقید فن کار کے اسلوبیاتی انتخاب پر نظر رکھتی ہے محض تاثرات کو تنقید کا مِعیار تسلیم نہیں کرتی بلکہ معروضیت کے آئینے میں فن پارے کی جمالیاتی قدروں کے تعین کو بھی پیش کرتی ہے۔

"اسلوبیات صرف جمالیاتی قدروں سے کسی شے کے محاسن کا اندازہ لینے کی اس لیے اجازت نہیں دیتی کہ یہ موضوعی ہوتا ہے۔ ایک شخص کے حُسن کا معیار دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اس لیے حسن کی جمالیاتی قدروں کا تعین افادی ہونا چاہیے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم معروضی ہو کر چیزوں کا جائزہ لیں۔"(۵)

بیسویں صدی چوں کہ لسانیات سے بھرپور استفادے کی صدی ہے۔ اُنیسویں صدی میں مشرقی اور مغربی تنقید میں اسلوب کے تجزیے میں ناقدین کا رویہ تاثراتی اور موضوعی نوعیت کا رہا ہے۔ اُسلوبیات اور اسلوبیاتی تنقید نے اُن تمام ذرائع کی نشان دہی کی ہے جو تخلیقات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لیے اسلوبیاتی تنقید میں معروضیت کے حوالے سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔

اسلوبیاتی تنقید ادبی تنقید سے انہی معنوں میں مختلف ہے کہ ادبی تنقید فن پارے کی تشریح کے لیے محض لسانیات کو کمالِ فن کے حصول کا ذریعہ جاننے کے بجائے مشرقی تنقید کے تصور اسلوب کے تحت صنائع بدائع، فصاحت وبلاغت کو اسلوب کا تزئینی اور آرائشی پہلو تسلیم کرتی ہے۔

لسانیات اور اسلوبیات کے باہمی رشتہ کو قریبی اور گہرا بنانے والا عنصر زبان ہی ہے جس سے لسانیات اور اسلوبیات اپنا مواد اور موضوعات حاصل کرتی ہیں۔ معروضیت بھی لسانیات اور اسلوبیات کی ایک مشترکہ صفت ہے۔ اسی معروضی نقطۂ نظر کی وجہ سے اسلوبیاتی نقاد ادیب کے ماحول، عہد اور شخصیت کے برعکس اپنی توجہ اس نکتے پر مرکوز رکھتا ہے کہ ادیب نے تخلیقی سطح پر لفظ کی صوتیاتی، معنویاتی، نحویاتی اور صرفیاتی صورتوں سے کتنا استفادہ کیا ہے؟ اور کیا یہ استفادہ اسلوب کی جمالیاتی سطحوں پر کسی قسم کے اضافے کا باعث بنا ہے یا نہیں۔ یہاں اس بات کو پیشِ نظر

رکھنا چاہیے کہ لفظ کی ممکنہ سطحوں میں تشبیہ، استعارہ، تمثال اور علامت تو شامل ہیں لیکن متن کے تجزیے کو خصوصی طور پر مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

> ”فن زبان کا اظہار ہے۔اسلوبیاتی تنقید میں متن کے تجزیہ و تحلیل پر زور دیا جاتا ہے۔الفاظ،صوتیات اور معنویات پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔زبان کے تخلیقی امکانات کو بروئے کار لانے کا عمل ہے۔اسلوبیاتی تنقید صوتیاتی تنقید میں تبدیل ہو جاتی ہے۔زبان کے صوتیاتی ڈھانچوں(Phonetic Patterns) کے حوالہ سے تخلیق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔“(۶)

اسلوبیات کے بنیادی مباحث کا اطلاق جب فن پارے پر ہوتا ہے تو اسلوبیاتی تنقید لسانیاتی اعتبار سے زبان کی کسی بھی سطح کو لے کر فن پارے کے متن کا تجزیہ کرتی ہے۔یہاں تاریخ، ماحول،عہد،احساسات اور رجحانات کے بجائے زبان کے صوتیاتی پہلو اس درجہ اہمیت اختیار کر جاتے ہیں کہ دیگر مذکورہ پہلو پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔

اسلوبیاتی تجزیہ کے حوالے سے گوپی چند نارنگ ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

> ”اسلوبیاتی تجزیہ میں ان لسانی امتیازات کو نشان زدہ کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے کسی فن پارے،مصنف،شاعر،ہیئت یا عہد کی شناخت ممکن ہو۔یہ امتیازات کئی طرح کے ہو سکتے ہیں:
>
> ۱۔ صوتیاتی: آوازوں کے نظام سے جو امتیازات قائم ہوتے ہیں،ردیف و قوافی کی خصوصیات یا معنویت،ہکاریت یا نحنسیت کے امتیازات یا مضمونوں اور مضمونوں کا تناسب وغیرہ۔
>
> ۲۔ لفظیاتی: خاص نوع کے الفاظ کا اضافی تواتر اسما،اسمائے صفت،افعال وغیرہ کا تواتر اور تناسب تراکیب وغیرہ
>
> ۳۔ نحویاتی: کلمے کی اقسام میں کسی کا خصوصی استعمال،کلمے میں لفظوں کا در وبست وغیرہ
>
> ۴۔ بدیعی: بدیع و بیان کی امتیازی شکلیں،تشبیہ،استعارہ،کنایہ،تمثیل،علامت، امیجری وغیرہ
>
> ۵۔ عروضی امتیازات: اوزان،بحروں،زحافات وغیرہ کا خصوصی استعمال اور امتیازات۔“(۷)

اُسلوبیاتی تنقید کے ابتدائی نقوش ۱۹۲۷ء میں منظرِ عام پر آنے والی محی الدین قادری زور کی تصنیف ''اردو کے اسالیبِ بیان'' میں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ اُسلوبیات اور اُسلوبیاتی تنقید کے حوالے سے بھر پور اور مؤثر کام ہندوستانی نقادوں نے کیا جس کا آغاز ۶۰ کی دہائی میں مسعود حسین خان کے مضامین سے ہوتا ہے جو اسلوبیات کے بنیاد گزاروں میں سے ایک ہیں۔ ان کے مضامین'' کلامِ غالب کے قوافی و ردیف کا صوتی آہنگ''، ''غالب کے خطوط کی لسانی اہمیت'' اور ''مطالعہ شعر: صوتیاتی نقطہ نظر سے''، اہم ہیں۔ مذکورہ مضامین میں مسعود حسین نے لفظ کی صوتیاتی سطح کو نسبتاً زیادہ اہمیت دی۔ اسلوبیات کو ایک دبستان کی حیثیت سے اردو تنقید میں متعارف کرانے کا سہرا مسعود حسین خان کے سر ہے۔

> ''مسعود صاحب پہلے اسکالر ہیں جنہوں نے اردو میں اسلوبیات پر مضامین لکھے اور اس کی مبادیات سے اردو داں طبقے کو روشناس کرایا۔ اس سلسلہ کا ان کا سب سے پہلا مضمون ''مطالعہ شعر ا:صوتیاتی نقطہ نظر سے'' ہے جو ۱۹۶۰ء کے آس پاس لکھا گیا اور جو ان کے مجموعہ مضامین میں ''شعر و زبان''(حیدر آباد، ۱۹۶۶ء) میں شامل ہے۔''(۸)

اسلوبیاتی تنقید کو جِلا بخشنے والے دیگر نقادوں میں مغنی تبسم نے اپنے مضامین ''غالب کی شاعری''، ''بازیچۂ اصوات'' اور ''اصوات اور شاعری'' جیسے مضامین میں اسلوبیات سے اپنی دلچسپی کا واضح ثبوت دیا ہے۔ گوپی چند نارنگ کی کتاب ''ادبی تنقید اور اسلوبیات'' اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے ایک طرف اہم شعرا کی شاعری کا اسلوبیاتی تجزیہ کیا ہے تو دوسری طرف اردو فکشن کے اہم لکھاریوں کی تخلیقات کا بھی اسلوبیاتی اعتبار سے جائزہ لیا ہے۔ گوپی چند نارنگ خود بھی اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ محدود دائرہ کار کو سامنے رکھا جائے تو اسلوبیاتی تنقید ادبی تنقید کی متبادل نہیں قرار دی جا سکتی۔

> ''اسلوبیاتی تنقید کو ایک مجرّب نسخہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ ایسا نسخہ ہے جو ہر وقت قابلِ استعمال نہیں۔''(۹)

نصیر احمد خان کے ساتھ ساتھ ایک اہم اور معتبر نام مرزا خلیل احمد بیگ کا ہے جن کی کتاب ''تنقید اور اسلوبیاتی تنقید'' اسلوبیات کی تفہیم میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اسلوبیاتی تنقید کو اگر تنقید کا دائرہ کُل تسلیم نہیں کیا جا سکتا تو دوسری طرف تنقید کو محض نفسیاتی، مارکسی، تاثراتی اور تاریخی کہہ کر مخصوص دائروں میں اسیر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ادب کی تفہیم کے لیے دیگر معنوں میں زندگی کی تفہیم کے لیے تنقید کسی ایک جہت پر انحصار نہیں کرتی البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلوبیاتی تنقید نے فن پارے کی ان سب جہتوں کی دریافت کو ممکن بنایا ہے جن کا تعلق محض ادیب کی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ فن پارے کے اس متن سے ہوتا ہے جس کی اپنی ایک پہچان ہوتی ہے جس کو نمایاں طور پر سامنے لانے میں اسلوبیاتی تنقید اہم کردار ادا کرتی ہے۔

> ''تنقید خواہ نفسیاتی ہو یا فلسفیانہ، سماجی ہو یا تاثراتی، یہ اپنے اپنے حدود اور دائرہ کار میں رِہ کر ہی اپنا فریضہ انجام دے سکتی ہے ان میں سے کوئی بھی تنقید مطالعہ ادب کے تمام تر پہلوؤں اور رُخوں کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اسلوبیاتی تنقید اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلوبیاتی تنقید ادب کی تحسین و تفہیم میں ادبی تنقید کی خاطر خواہ معاونت کر سکتی ہے۔''(۱۰)

اسلوبیاتی تنقید کی سرحدیں ساختیات اور ساختیاتی تنقید سے بھی جا ملتی ہیں جو کہ اسلوبیاتی تنقید ہی کا ایک تسلسل ہے۔ ساختیاتی نظریہ ادب کے فروغ میں میں بھی مغربی نقاد سر فہرست ہیں۔

اسلوبیاتی تنقید ادبی تنقید سے ان معنوں میں مختلف ہے کہ ادبی تنقید موضوعی، تاثراتی، تخیل آمیز اور وجدانی ہے نیز ادیب کی نجی زندگی کے پہلو اُس کا سماج، ماحول اور اس کے تاثرات کا تجزیہ بھی ادبی تنقید کا خاصہ رہا ہے جب کہ اسلوبیاتی تنقید کا ارتکاز فن پارے کے لسانی پہلو پر رہتا ہے۔ Text-Oriented ہونے کی وجہ سے متن کے ذریعے ادیب کے لسانی رویوں تک پہنچنے کی کوشش اسلوبیاتی نقاد کا مقصودِ اوّلین ہے۔ ذوق، وجدان، تخیل کی آمیزش، عمرانیات، فلسفے اور نفسیات سے لے کر خالصتاً لسانی رویوں کی اٹھان تک لسانیات ہی کے زیرِ اثر ساختیات، پسِ ساختیات، ردِّ تشکیل اور قاری رِسپانس نظریہ (Reader Response Theory) تک تنقید کا دامن دراز ہو چکا ہے لیکن محض اسلوبیاتی تنقید کو تنقید کی مکمل صورت تسلیم نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اسلوبیات نے ادبی تنقید کو نئی جہتوں سے آشنا ضرور کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر:" نئی تنقید"رائل کمپنی بک کراچی،۱۹۸۳ء،ص۲۶

۲۔ نصیر احمد خان،ڈاکٹر:"ادبی اسلوبیات"پورب اکادمی اسلام آباد،۲۰۱۳ء،ص۰۹

۳۔ فریحہ نگہت،ڈاکٹر: "ساختیات کے بنیادی مباحث" مشمولہ"دریافت" شمارہ: جنوری ۲۰۱۱ء،ص۱۶۰

۴۔ گوپی چند نارنگ:"ادبی تنقید اور اسلوبیات" سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۱۹۸۹ء،ص۱۵

۵۔ نصیر احمد خان،ڈاکٹر:" ادبی اسلوبیات" پورب اکادمی اسلام آباد،۲۰۱۳ء،ص۱۱

۶۔ سلیم اختر،ڈاکٹر:" تنقیدی اصطلاحات" سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۲۰۱۱ء۱۹۸۹ء،ص۳۵

۷۔ گوپی چند نارنگ:"ادبی تنقید اور اسلوبیات" سنگ میل پبلی کیشنز لاہور،۱۹۸۹ء،ص۱۷

۸۔ خلیل بیگ مرزا:" تنقید اور اسلوبیاتی تنقید" علی گڑھ یونیورسٹی۲۰۰۳ء،ص۸۱

۹۔ سعیدہ جعفر:" اسلوبیاتی مباحث"(مرتبہ: اشفاق حسین بخاری)، شاخ زریں اسلام آباد، ۲۰۱۶ء،ص۱۳۱

۱۰۔ خلیل بیگ مرزا:" تنقید اور اسلوبیاتی تنقید" علی گڑھ یونیورسٹی۲۰۰۳ء،ص۵۳